اقبال اور قائد کی ادبی مجانست

ڈاکٹر نوید احمد گل *

Dr. Naveed Ahmad Gul

Abstract:

"It is said that great Men are not Born But they grow great. Quaid-e-Azam and Allama Iqbal are both sources of intellectual light for us and generations to follow. There are so many similarities encompassing the greatness they enjoy and literary co-ridinations even yet. Both of them dreamt of and eventually paved way for the Muslim grandeur, splendor, glory for Sub continent. They shared commonalities at intellectual level significantly. In this article the same are being elaborated briefly but comprehensively. Both of them not same only in their thems, thoughts and Practical wisdom but all so same in their dictions rhetoric-flow, art, craft word choice and literary- contrivance."

قدرت بڑی کار ساز ہے جب کسی قوم میں انقلاب لانا چاہتی ہے تو سب سے پہلے اُسے ذہنی انقلاب لانے والا مفکر عطا کرتی ہے سو جب قدرت نے برطانوی ہند کے غلام مسلمانوں میں انقلاب لانا چاہا تو پہلے انہیں اقبال باکمال سے نوازا جس کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر امانت واڈیا کہتے ہیں:

> ”اقبال کی شاعری دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کی آئینہ دار ہے۔ جو اپنی منطقی، حکیمانہ، ادیبانہ اور شعری دلآویزیوں کے نغمۂ حیات بن کر زندگی کا پیغام پہنچا رہی ہے۔“(رشید،۱۹۸۷ء، ص۱۱)

اس کے علاوہ برادر ملک ایران کے جدید شاعر ملک الشعراء محمد تقی بہار (۱۹۵۱ء) موجودہ دور کو ”عہد اقبال“ سے موسوم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

عصر حاضر خاصۂ اقبال گشت
واحدی گز صد ہزاران بر گزشت

(تسبیحی،۱۹۷۴ء، ص۲۰۰)

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر (فارسی) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، شیخوپورہ

ہر ذہنی انقلاب کو اپنی عملی صورت گری کے لیے کسی عاملِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا برطانوی ہند کے غلام مسلمانوں کے لیے قدرت نے اس کا انتظام قائد اعظم کی شکل میں کیا جو نہ صرف معیار عظمت پر پورے اترتے ہیں بلکہ معیار عظمت کا تعین ان کے کردار سے کیا جاتا ہے جن کے بارے میں سٹینلے والپرٹ(Stanley Walpart) کہتے ہیں:

> "Few individuals significantly alter the course of history fewer still modify the map of the world. Hardly anyone can be credited with creating a nation state. Muhammad Ali Jinnah did all three."(منصور سرور(مرتب)۲۰۰۰ء،ص۱۵۰)

نظریہ اور مقصد کی یکسانی وحدتِ فکر پیدا کر دیتی ہے اور وحدتِ فکر سے وحدتِ عمل جنم لیتی ہے یہ بدیہی امر ہے مگر جب یہ وحدتِ فکر و عمل الفاظ کے انتخاب، لہجے کے زیر و بم، اسلوب اور ابلاغ کے انداز تک میں در آئے تو یہ ایک غیر معمولی ادبی رویّہ بن جاتا ہے۔اس مضمون میں ان دونوں محسنوں کی اس غیر معمولی علمی، ابلاغی اور ادبی ہم آہنگی اور ہم رنگی کے چند نمونے پیش کر کے ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور شاید یہ جائزہ اردو زبان و ادب کے حوالے سے کسی کوتاہی کی تلافی کا باعث بن جائے۔

> ”ہندوستان کے باسیوں کو اپنی دو سماجی حالتیں بڑی پسند تھیں ایک مرید ہونے اور دوسرا رعایا بننا، ایسے میں جداگانہ قومیت، علاحدہ وطنیت کا شعور اور ذاتی حکمرانی تک کا داعیہ کسی بڑے حادثہ کے بغیر ناممکن تھا۔ اور یہ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کی شکل میں رونما ہوا لہٰذا ہندوستان کے مسلمانوں میں استعمار کے جبر واستبداد کی شدت نے آزادی کی جوت جگائی۔“(حمید کمالی، ۱۹۸۳ء، ص ۲۸۴)

ایسے میں جب ہندوستان کے غلام مسلمان اپنی حکومت، آزادی، عزت، غیرت اور عظمت کی میت کو اپنے سامنے رکھے سکتہ کے عالم میں تھے۔ایسے میں جن ہستیوں نے ان نیم جانوں اور زبوں حالوں کو اپنی عزت، غیرت اور عظمت کی بازیابی کے لیے کٹ مرنے اور دشمن پر ٹوٹ پڑنے پر آمادہ کیا ان میں ایک ہستی محمد علی جناح (۲۵ر دسمبر ۱۸۷۶ء- ۱۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء) کی ہے جنھیں قائد اعظم، بانیٔ پاکستان اور بابائے قوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور دوسری اہم ہستی علامہ اقبال (۹ر نومبر ۱۸۷۷ء-۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء) کی ہے جنھیں حکیم الامت، مصورِ پاکستان بلکہ مبشر پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دونوں عظیم ہیں ہمدرد ہیں مخلص ہیں۔ علامہ اقبال کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت ایک ادبی ضرب المثل بن چکی ہے۔ مثلاً:

تو عیار کم عیاران تو قرار بی قراران
تو دعائی دل فگاران مگر ایں کہ دیر یابی

(اقبال، ۱۹۷۰، ص ۵۶)

۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن نے قائد اعظم محمد علی جناح کو جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے موقع پر قائد اعظم محمد علی جناح کو مدعو کیا جس میں انہوں نے ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا:

''آج ہم لوگ یہاں ایک ''حقیر اجتماع'' کی صورت میں اس عظیم ترین شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جس کی تقدیس نہ صرف یہ کہ کروڑوں دلوں میں موجزن ہے بلکہ جس کے سامنے دنیا کی تمام بڑی بڑی شخصیتوں کے سر احترام خم ہیں۔ میں ایک عاجز، انتہائی خاکسار، بندۂ ناچیز اتنی عظیم ہستیوں سے بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کس طرح نذرانۂ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔''

(رشید، ۱۹۸۵ء، ص ۳۰)

قابل توجہ بات یہ ہے کہ دونوں کے اسلوب کی یکسانی حیرت انگیز ہے۔ موضوع اور جملوں کی بندش بلکہ الفاظ کے زیر و بم تک کی ایک غیر معمولی ادبی یکسانی بھی موجود ہیں: دیکھیے کہ غلام میراں شاہ حج کے لیے روانہ ہو رہے ہیں اور علامہ انہیں خط میں تحریر کرتے ہیں:

''میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک پر یاد بھی کیا جاؤں تاہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے کہ فرمایا: ''الطالح لی'' (گنہگار میرے لیے ہے۔) (رشید، ۱۹۸۷ء، ص ۱۳)

قائد اعظم اور علامہ اقبال کو ام الکتاب سے جو لگاؤ تھا وہ بڑا چشم کشا اور دلدوز تھا علامہ قرآن پاک کے بارے میں کہتے ہیں کہ مسلمان کا آئین، زندگی اور افراد کی کتاب کا رشتۂ شیرازہ بند ایک ہی چیز ہے اور وہ قرآن حکیم۔

از یک آئینی مسلمان زندہ است
پیکرِ ملت ز قرآن زندہ است
ماہمہ خاک و دل آگاہِ اوست
اعتصامش کن کہ **حبل اللہ** اوست

چو گہر در رشتۂ او سفتہ شو
ورنہ مانندِ غبار آشفتہ شو

(اقبال، ۱۹۶۹ء، ص ۴۵)

اور دیکھیے زبان و بیان کی اسلوبیاتی یگانگی کے ساتھ ساتھ قائداعظم نے بھی قرآن پاک کو ہی ملت مسلمہ کا رشتۂ شیرازہ بند قرار دیا ہے:

> "What relationship Knits Muslim into one whole? Which is the formidable rock on which the Muslim edifice has been erected? Which is the sheet anchor providing base to the Muslim Millat?, that relationship, that sheet anchor and rock is the Holy Quran."(۱۹۴۳ء، کراچی۔)(اکرام، ۱۹۹۸ء، ص ۱۴)

علامہ اقبال حکیم الامت ہیں اور محمد علی جناح قائد عظم ہیں دونوں کے تصور قومیت اور وطنیت نظریاتی ہے جس میں مکمل یکسانی ہے۔ اور یہ یکسانی صرف نظریہ کی حد تک نہیں بلکہ دونوں کا لغت و بیانیہ بھی ایک ہی طرح کا ہے الفاظ کے آہنگ کی یکسانی زبان اور طرز ادا کے فرق کے باوجود بڑی آسانی سے پہچانی جاتی ہے۔ مثلاً اقبال نے کہا تھا کہ:

علامہ اقبال نے اپنے ایک مضمون میں مسلمانوں کے نظریۂ قومیت کا یوں اظہار کیا تھا:

> ”سیاسیات کی جڑ انسان کی روحانی زندگی میں ہوتی ہے اور وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں جو قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت مکمل اور ابدی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیروکاروں ایسا قانون عطا کر دیا جو ضمیر انسانی کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوا ہے، اور آزادی کا وہ راستا دکھا دیا ہے کہ اب کسی اور انسانی ہستی کے آگے سر نیاز خم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔“
> (محمد عثمان، ۱۹۸۳ء، ص ۸۔۴۰۵)

اس بات کو قائداعظم نے چند سال بعد ذرا اپنے انداز میں پیش کیا تو نہ صرف متن یکساں تھا بلکہ الفاظ کا چناؤ اور دروبست میں بھی ایک حیرت انگیز ہمنوائی تھی مگر نظریاتی تصور قومیت کو سمجھانا آسان نہیں تھا۔ قائداعظم نے یہ کہا کہ:

> "It is extremely difficult to appreciate why our Hindu friends fail to understand the real nature of Islam and Hinduism. They are not religions in the strict sense of the word, but are infect, different and distinct social orders, and it is a dream that Hindus and the Muslims can ever envolve a comman nationality, and the misconception of

one India nation has gone far beyond the limit and is the cause of most of our trobles and will lead India to destruction if we fail to revise our nation in time. The Hindus and the Muslims belong to two different religions, philosophies, social customs, and literatures. They neither inter marry, nor interline and, indeed they belong to two different civilizations which are based mainly on conflicting ideas and conceptions. Their as pecton of life are different. It is quite clear that Hindus and Mussalmans derive their inspiration from different sources of history. They have different epics, their heroes are different, and different episodes. "(ہارون رشید،۱۹۸۸ء،ص۲۱)

چونکہ علامہ اقبال اور قائداعظم دونوں ابتدا میں کچھ عرصہ کے لیے ہندو مسلم اتحاد کے حامی رہے ہیں جس کی بنا پر علامہ کے ابتدائی افکار سے اکثر مخالفین نے اپنے شاطرانہ اندازِ فکر کی بنا پر برطانوی ہند کے مسلمانوں کو ”قومِ بے وطن“ کا نام دے دیا۔ لیکن حمید کمالی کے بقول ”ہر تحریک آزادی کے رہنماؤں کے رویے میں ایسی ارتقائی مثالیں دنیا کے ہر خطہ میں مل جاتی ہیں۔“ (حمید کمالی،۱۹۸۳ء ص ۲۷۸،۲۸۶) ۔”اقبال دراصل وطن کے نہیں بلکہ ملعون مغربی نظریۂ وطنیت کے دشمن تھے۔“(عبداللہ قریشی،۱۹۸۳ء، ص ۱۵۰)۔

کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کر لو
ملتِ احمد مرسل کو مقامی کر لو

(اقبال،۲۰۰۷،ص،۲۲۹)

یہی بات بعد میں قائداعظم نے کی ہے جس کے مجموعی لفظی بہاؤ کی متوازیت بھی دیدنی ہے:

"We did not demand Pakistan simply to have a piece of land but we wanted a laboratory where we could experiment on Islamic principles."(ایم اکرام،۱۹۸۸ء، ص۱۴)

اقبال کے بقول: ”دنیا میں تمام مشکلات غیرت مندوں اور عقل مندوں کے لیے ہوتی ہیں۔“ (اقبال،۲۰۰۷ء، ص۵۹۸) آزادی پلیٹ میں ڈال کر پیش نہیں کی جاتی اس کے لیے مسلسل کوشش کرنا پڑتی ہے اور مسلسل قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ یہی غیرت مند زندگی کا تقاضا ہے۔

نہاں اندر دو حرفی سِرِ کار است
مقام عشق منبر نیست دار است

براہیماں زِ نمرودان نترسند
کہ عودِ خام را آتش عیار است

(اقبال، ۱۹۶۴، ص ۲۰۱)

علامہ کے بعد قائداعظم بھی انہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ دونوں کا درد ایک ہے اس لیے علاج بھی ایک جیسا ہے اور الفاظ بھی تقریباً ایک ہی طرح کے ہیں:

"God often tests and tries those whom he loves... The greater the sacrifices are made the purer and more chastened shall we emerge like gold from fire.We are giong through fire; the sunshine has yet to come. But I have no doubt that with unity, faith and Discipline we will compare with any nation of the world. Are you prepared to undergo the fire? You must makeup yours mind now. We are passing through a period of fear, danger and menace. We must have faith, unity and discipline (December 28, 1947)." (نیاز احمد، ص ۳۸)

دیکھیے اس موضوع میں بھی اقبال اور قائد کی اسلوبیاتی یگانی کیسی قابلِ دید اور قابلِ داد ہے۔ علامہ اقبال کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ وہ خواتین کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے تھے مگر یہ بات درست نہیں علامہ خواتین کے لیے آزادانہ رائے نہیں رکھتے لیکن ان کی اہمیت اور مقام کو علامہ نے کبھی کمتر نہیں سمجھا بلکہ وہ کہتے ہیں:

پھر ارمغان حجاز میں جو بات کی وہ تو بالکل ہی قائداعظم کے مصداق ہے بلکہ زبان و بیان کی ہم رنگی بڑی واضح ہے:

خنک آن ملتی کز وارداتش
قیامت ہا بہ بیند کائناتش
چہ پیش آید چہ پیش افتاد اورا
تو دیدی از جبین امہاتش

(اقبال، ۱۹۶۴ء، ص ۱۳۲)

اب قائداعظم کی بات بھی سنیے جو یہ کہتے ہیں:

"Women have most valuable part to play as the prime architects of the character of the youth that constitute its backbone, not merely in their own homes but also by

helping their less fortunate sisters outside. Muslim women have stood solidly behind their men."(نیاز احمد، ص ۱۲۸)

دونوں میں زبان وبیان اور الفاظ کی یکسانی ایک قابل قدر ادبی سرمایہ ہے۔

قائداعظم اور علامہ اقبال نے کشمیر خطۂ جنت نظیر کا ذکر نہایت اہمیت اور دلگداز پیرایہ میں کیا ہے۔ علامہ اقبال نے ۳۰ر جون ۱۹۳۳ء کو مسلمانانِ ہند سے مخلصانہ اپیل کی تھی کہ ''اہل خطۂ (کشمیر) قومیتِ اسلامیۂ ہند کے جسم کا بہترین حصہ ہیں اور اگر وہ حصہ درد و مصیبت میں مبتلا ہے تو ہو نہیں سکتا کہ باقی افرادِ ملت فراغت کی نیند سوئیں۔'' (عبداللہ قریشی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۶)

کشمیر کے بارے میں قائداعظم اپنے آخری ایام میں فرماتے ہیں:

> ''کشمیر سیاسی اور فوجی اعتبار سے پاکستان کی شہ رگ ہے۔ کوئی خود دار ملک اور قوم یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی شہ رگ کو دشمن کی تلوار کے حوالے کر دے۔ (۱۹۴۸ء، وفات سے چند روز قبل) ۔'' (حمید اللہ، ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۳)

کشمیر کے موضوع پر دونوں کی ہمنوائی دیکھیے کہ تقریباً دونوں کا وقتِ آخر ہے الفاظ و تراکیب کی بندش اور آہنگ تک ایک ہے جو واضح کرتے ہیں کہ جب دل اور دماغ ایک ہو جاتے ہیں تو ادبی یکسانیاں خود بخود در آتی ہیں۔ مثالیں اور بھی مل سکتی ہیں مگر مشتی از خیر وار کے طور پر انہی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہے کہ قائداعظم اور اقبال دونوں کی آرزو ایک ہے، دل ایک ہے، دماغ ایک ہے، زمانہ ایک ہے، بات ایک ہے، تقاضا ایک ہے، طرزِ مشاہدہ ایک ہے، مسئلہ ایک ہے، تشخیص ایک ہے، نسخہ ایک ہے، جادۂ سفر ایک ہے، مقصد ایک ہے اور منزل بھی ایک ہے۔ ایک فرد کی اصلاح کرتے ہوئے قوم کی اصلاح کرنے کی ٹھانے ہوئے ہے اور دوسرا قوم کی تقدیر سنوارتے ہوئے فرد کی تصویر نکھارنے کا عزمِ صمیم رکھتا ہے۔ دونوں کا کام اصلاح ہے ایک جزو سے کُل کی طرف محوِ خرام ہے جب کہ دوسرا کُل سے جزو کی طرف ہے۔ اس خلشِ آرزو، سوزِ دروں اور اس عزمِ صمیم کو ہسارِ عمل کے ایک طویل اور حسین امتزاج، کیمیائی اتصال اور اس کریم سرمدی کی عطائے خاص کا نام پاکستان ہے۔ مبشرِ پاکستان اور بابائے قوم کی ان تمام یکسانیوں کو اس وقت کے خارجی عمرانی عوامل کا حاصل کہا جا سکتا ہے مگر زبان و بیان کی غیر معمولی مجانست، بندش و ترکیب کی حیران کن ہمنوائی اور نثر و نظم کے بہاؤ میں حد درجہ کی متوازیت کیسے اور کہاں سے در آئی؟ کہ جس نے نقادانِ علم وادب کو خیرہ کر دیا، یہ ہنوز جواب طلب ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اقبال، محمد علامہ، ڈاکٹر، (بار نہم) زبور عجم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۰ء

۲۔ اقبال، محمد، علامہ، ڈاکٹر، (بار ہشتم)، ارمغانِ حجاز، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۴ء

۳۔ اقبال، محمد، علامہ، ڈاکٹر، (بار ہشتم) کلیات اقبال (اردو)، لاہور، اقبال اکادمی، ۲۰۰۷

۴۔ اقبال، محمد، علامہ، ڈاکٹر، (بار ہشتم)، اسرار و رموز، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء

۵۔ ایم۔ اکرام، راچپانی، "Pakistan Affairs"، لاہور، کاروان انٹرپرائزز، ۱۹۸۸ء

۶۔ تسبیحی، محمد حسین، ڈاکٹر، فارسی پاکستان، ۱۹۷۴ء

۷۔ حمید اللہ، شاہ، ہاشمی، پروفیسر، ڈاکٹر، "بابائے قوم"، لائل پور، محبوب بک ڈپو، ۱۹۷۶ء

۸۔ رشید محمود، راجا، اقبال، قائداعظم اور پاکستان، لاہور، نذر سنز، ۱۹۸۷ء

۹۔ رشید، محمود، راجا، قائداعظم افکار و کردار، لاہور، نذر سنز، 1958

۱۰۔ سعید احمد، منصور سرور خان، Trch to Pakistan، لاہور، ۲۰۰۰ء

۱۱۔ گوہر نوشاہی (مرتب)، مطالعہ اقبال، لاہور، بزم اقبال، ۲۔ کلب روڈ، ۱۹۸۳ء

۱۲۔ نیاز احمد، "Quaid`s Speeches"، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز،

۱۳۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، منتخب مقالات اقبال ریویو، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۳ء

۱۴۔ وہاب احمد، ڈاکٹر، "Quaid`s Speeches"، کراچی، قائداعظم اکیڈمی، ۱۹۹۱ء

۱۵۔ ہارون رشید، "Pakistan"، لاہور، ۱۹۹۶ء